ہجرت نبوی

مکہ میں اعلان نبوت کے بعد سے ہی اہل مکہ نے حضور ﷺ کو ستانا اور اور جو لوگ مسلمان ہوئے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھانا شروع کر دیا۔ شروعات میں زیادہ تر غریب اور کم حیثیت والے ہی مسلمان ہوئے تھے اس لیے ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ دھیرے دھیرے مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی تو مکہ والوں کی پریشانی بھی بڑھی۔ اسلام میں بت پرستی سے منع کیا گیا ہے اور وہ لوگ بت پرست تھے۔ خانہ کعبہ میں سیکڑوں بت رکھے ہوئے تھے ہر قبیلے کا ایک الگ بت تھا۔ ان کی پوجا کرنے کو عرب کے تمام قبیلے والے مکہ آتے تھے۔ اسی وجہ سے مکہ کا بازار بہت اہم تھا اور مکہ میں لوگ اسی کی وجہ سے خوش حال تھے۔ ان کو لگتا تھا کہ اگر سارے بت ہٹا دیے گئے تو یہاں کوئی نہیں آئے گا اور مکہ کے بازار کی رونق ختم ہو جائے گی۔ لیکن مسلمانوں کی تعداد دھیرے دھیرے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ کفار مکہ نے اپنا ظلم اور بڑھا دیا اور کئی مسلمان شہید کر دیے گئے۔ کچھ مسلمانوں نے حضور ﷺ کے حکم سے مکہ چھوڑ دیا اور حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) چلے گئے۔ پہلی ہجرت میں پندرہ لوگ حبشہ گئے جن میں حضرت عثمان اور ان کی بیوی، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبد الرحمن بن عوف جیسے لوگ شامل تھے۔ دھیرے دھیرے وہاں 83 لوگ پہنچ گئے۔ قریش مکہ نے وہاں کے بادشاہ سے شکایت بھی کی لیکن اس نے ان کی بات نہیں سنی۔

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر جیسے لوگوں کے مسلمان ہونے کے بعد کفار کو اس طرح سے ظلم کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی لیکن انھوں نے مل کر تحریری معاہدہ کیا۔ اس کے تحت حضور ﷺ، مسلمانوں اور مسلمانوں کا ساتھ دینے والوں کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اس میں یہ بھی شامل تھا کہ نہ کوئی ان سے ملے نہ بات چیت کرے، نہ مسلمانوں سے کوئی سامان بیچا جائے نہ خریدا جائے۔ نہ ان تک کوئی کھانے پینے کا سامان پہنچ پائے۔ تین سال تک سارے لوگ شعب ابی طالب نام کی ایک پہاڑی میں سب سے کٹ کر رہے۔ کبھی کبھی پیڑ کے پتے اور سوکھا چمڑہ کھانے کی نابت بھی آئی۔ اعلان نبوت کے ساتویں سال یہ بائیکاٹ یا مقاطعہ شروع ہوا تھا۔ تین سال بعد حضور ﷺ کو اللہ نے بتایا کہ معاہدہ کو دیمک کھا چکی ہے صرف جہاں جہاں اللہ کا نام لکھا ہے وہی جگہ بچی ہے۔ یہ بات جناب ابو طالب نے کفار مکہ کو بتائی۔ معاہدہ دیکھا گیا تو ایسا ہی تھا۔ اسی کے بعد اعلان نبوت کے دسویں سال یہ معاہدہ ختم ہوا۔

حضور ﷺ نے تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ مقامی لوگوں کے مسلمان ہونے کا سلسلہ جاری تھا۔ باہر سے آنے والے بھی آپ سے ملتے تو متاثر ہو کر جاتے۔ اعلان نبوت کے 11 ویں سال حضور ﷺ نے عقبہ کے مقام پر مدینہ سے آنے والے بنو خزرج کے چھ افراد سے ملاقات کی، ان کو اسلام کے عقائد پیش کیے اور قرآن کے کچھ حصے تلاوت کر کے سنائے اس سے متاثر ہو کر، ان چھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ اگلے سال پھر بارہ لوگ اس قبیلے سے آئے۔ ان بارہ نے حضرت محمد ﷺ کو مدینہ میں اسلام کی ترقی کے آغاز سے آگاہ کیا، اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے باضابطہ عہد لیا کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے، چوری اور زنا نہیں کریں گے، لڑکیوں کا قتل نہیں کریں گے اور کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔ یہ پہلی بیعت عقبہ یا بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔۔ مدینہ میں یہودی بھی آباد تھے ان کے یہاں آخری نبی کی پیشن گوئی کا ذکر اکثر ہوتا تھا۔ اس لیے مدینہ کے کافروں نے حضور ﷺ پر ایمان لانے میں جلدی کی تاکہ کہیں یہودی ان پر سبقت نہ کر جائیں۔

اگلے سال، 622ء میں مدینہ سے بنو اوس اور خزرج کے 75 کے قریب مسلمانوں کا ایک وفد آیا، اور انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی مکمل حمایت کا عہد کیا اور مدینہ آنے کی دعوت دی تاکہ وہاں پر سکون طریقے سے اسلام کی تبلیغ ہو سکے۔ یہ دوسری بیعت عقبہ یا 'بیعت عقبیٰ ثانیہ' کہلاتی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مسلمانوں کو عام اجازت دے دی کہ جو جانا چاہے مدینہ چلا جائے۔ دو ماہ میں زیادہ تر پریشان حال مسلمان مدینہ ہجرت کر گئے۔

اتنے اختلافات اور دشمنی کے بعد بھی کفار مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین سمجھتے تھے اور اتنا بھروسہ کرتے تھے کہ اپنی چیزیں اور دولت امانت کے طور پر آپ ﷺ کے پاس رکھتے تھے۔ اس کے پیچھے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب تک یہ امانتیں ہیں آپ مکہ چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ لیکن اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آ چکا تھا حضرت محمد ﷺ نے خود بھی مدینہ ہجرت کرنے کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں۔ دوسری طرف کفار مکہ بھی سمجھ رہے تھے کہ جب زیادہ تر مسلمان جا چکے ہیں تو یہ بھی جلد چلے جائیں گے۔ انہوں نے ایک رات دار الندوہ میں خفیہ میٹنگ کر کے حضور ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ لیا۔ اس میں ہر قبیلے سے ایک آدمی کو شامل کیا گیا تاکہ بعد میں کسی ایک پر الزام نہ آئے۔ اللہ نے اس کی خبر آپ ﷺ کو دے دی تھی، اسی لیے حضرت علی کو ساری امانتیں حوالے کر کے اپنے بستر پر لٹا دیا۔ خود ان کفار کے سامنے سے نکلے اور قران کی آیتیں (سورہ یٰس کی ابدائی آیات لا یبصرون تک) پڑھتے ہوئے ایک مٹھی دھول ان کی طرف اڑا دی۔ اللہ کی مرضی سے انہیں کچھ نظر نہیں آیا۔ یہ 9 ستمبر 622ء کا دن تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر کو ساتھ لیا اور غار ثور کی طرف چلے گئے۔ اسی غار میں تین دن تک قیام کیا۔ کفار مکہ رات بھر آپ ﷺ کے گھر کے سامنے کھڑے آپ کے باہر آنے کا انتظار کرتے رہے۔ صبح میں حضرت علی کو باہر آتے دیکھ کر ان کی حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کی چال ناکام ہو گئی۔ انہوں نے آپ کی تلاش شروع کر دی۔ پتہ بتانے والے یا لے کر آنے والے کے لیے سو اونٹ کے انعام کا اعلان کیا گیا۔ تلاش کرنے والے غار ثور تک پہنچ بھی گئے لیکن وہاں مکڑی کا جالا اور کبوتر کا گھونسلہ دیکھ کر واپس چلے گئے، جس میں انڈا بھی موجود تھا۔ اس دوران حضرت ابو بکر کی بیٹی حضرت اسماء اور انکے غلام عامر بن فہیرہ کھانا پانی لے کر آتے رہے۔

چوتھے دن 13 ستمبر 622ء کو دونوں حضرات عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ ابن اریقط کے ساتھ مکہ سے نکلے اور عام راستے کو چھوڑ کر لمبے راستے سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عبد اللہ ابن اریقط کو راستوں کی بہت جانکاری تھی، وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن انہوں نے جان کی پرواہ کیے بغیر آپ کے ساتھ جانا قبول کر لیا۔ آپ ﷺ کی اونٹنی کا نام قصویٰ تھا۔ انعام کے لالچ میں بہت سے لوگوں نے پتہ لگانے کی کوشش کی۔ انہی میں سے ایک تھے سراقہ بن مالک بن جشم۔ وہ پیچھا کرتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس تک پہنچ گئے لیکن ان کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ انہوں نے معافی مانگی اور واپس لوٹنے کا وعدہ کیا۔ آپ ﷺ نے معاف کر دیا تو گھوڑا باہر آ گیا۔ وہ واپس لوٹ گئے۔

آٹھ دن کے سفر کے بعد 20 ستمبر 622ء کو آپ ﷺ کا یہ مختصر سا قافلہ دوپہر میں مدینہ سے تھوڑی دوری پر قبا پہنچا۔ جہاں بہت لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور کئی دن سے حضور ﷺ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ ثنیات الوداع (وہ وادی جہاں تک لوگ کسی کو رخصت کرنے آتے تھے) سے آگے بڑھے تو ایک یہودی نے اپنی چھت سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا اور آواز دی:

"اے عرب کے لوگو! اے دوپہر کو آرام کرنے والو! تمہاری خوش نصیبی کا ذریعہ آ پہنچا ہے۔"

اس آواز پر سارے لوگ دوڑ پڑے۔ چھوٹی بچیوں نے یہ گا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا:

طَلَعَ البَدر عَلَينَا مِن ثَنِيَاتِ الوَدَاعِ   وَجَبَ الشُكرُ عَلَينَا مَا دَعَا لِلّٰه دَاعِ
اَيُهَاالمَبعُوثُ فِينَاجِئتَ بِالامرِ المَطَاعِ   جِئتَ شَرفَت المَدِينَہ مَرحَبَا يَا خَير دَاعِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ یعنی سوموار کو قبا پہنچے تھے۔ جمعہ تک یہیں قیام کیا اسی دوران یہاں ایک مسجد کی تعمیر کی گئی۔ اسی دوران حضرت علی بھی ساری امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مکہ سے مدینہ پیدل قبا پہنچ گئے۔ 24 ستمبر 622ء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے جہاں ایک میدان میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ اس کے بعد آپ کی اونٹنی آگے بڑھی۔ ہر قبیلے اور ہر محلے کی خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں ٹھہریں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی جہاں پر خود سے رکے گی وہیں پر قیام ہو گا۔ اونٹنی جا کر بنو مالک ابن النجار محلے میں ایک خالی زمین کے پاس بیٹھ گئی۔ وہاں نزدیک میں حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری کا مکان تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہاں قیام کیا اور تقریباً ایک سال ان کے گھر میں رہے۔ وہ خالی زمین سہل و سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ وہ زمین ان سے خرید لی گئی اور اسی پر مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی اور پاس ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رہنے کی جگہ بنائی گئی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مکان میں تشریف لے گئے۔

مدینہ کا نام پہلے یَثرِب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آنے پر اس کا نام مدینۃ النبی (نبی کا شہر) ہوا اور بعد میں مدینہ ہو گیا، جسے ہم عقیدت سے مدینہ منورہ کہتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں ہجرت بڑا ہی اہم واقعہ ہے۔ اس نے اسلام کا رخ بدل دیا۔ ہجرت سے ہی اسلامی سال یعنی ہجری کیلینڈر کی ابتدا ہوئی۔ مکہ سے باہر آتے ہی بڑی تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ بہت تھوڑی مدت میں مدینہ کی حیثیت اسلامی حکومت کی ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سربراہ۔ آٹھ سال میں مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور 10ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے تو مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو چکی تھی کہ صرف آپ کے ساتھ حج ادا کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ تھی۔